اخوان المسلمون کے مجلہ ’’الدعوة‘‘ سے ماخوذ

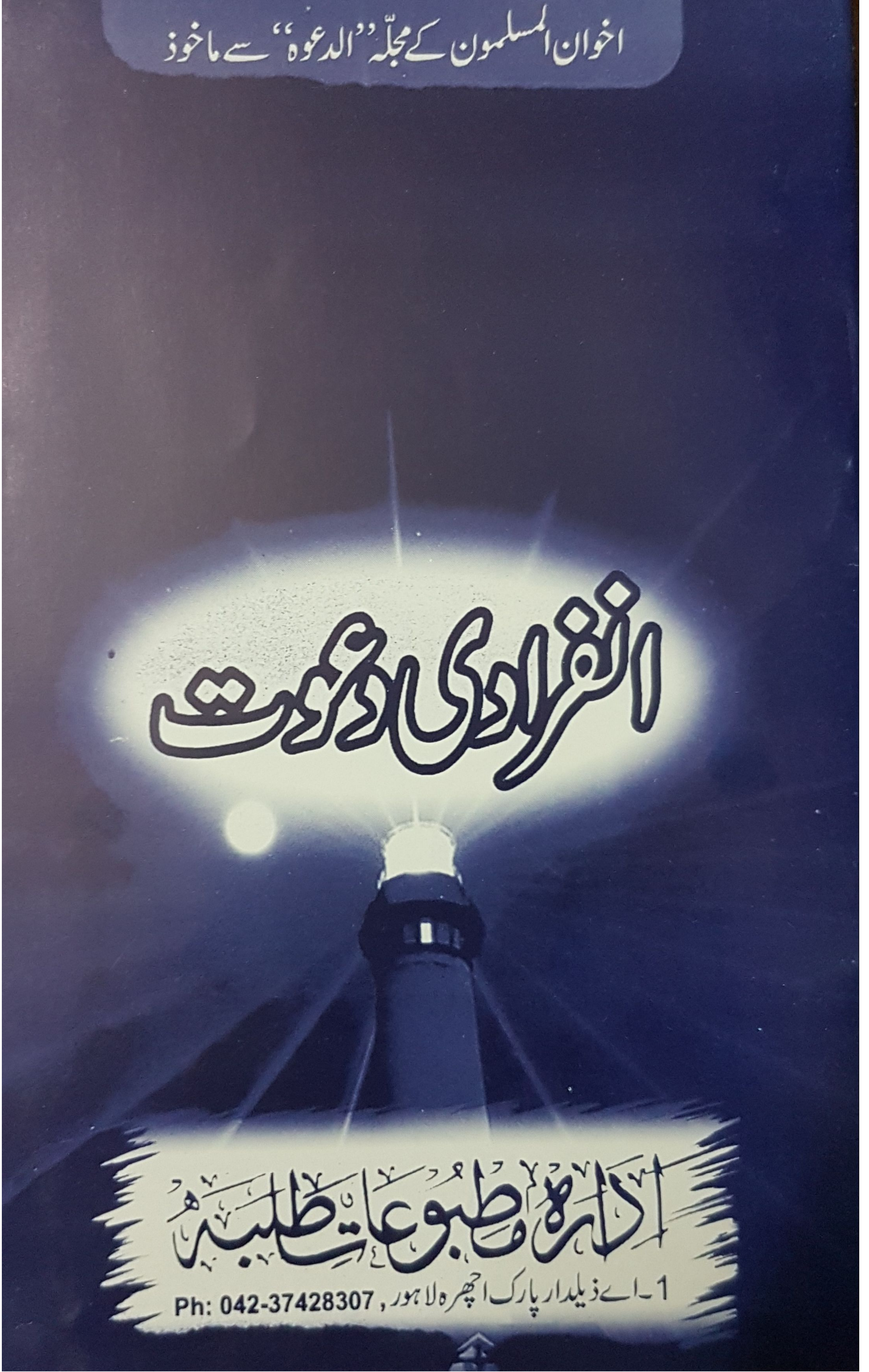

انفرادی دعوت

ادارہ مطبوعات طلبہ
1۔اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور, Ph: 042-37428307

انفرادی دعوت

اخوان المسلمون کے مجلّہ ''الدعوۃ'' سے ماخوذ

ادارہ مطبوعات طلبہ

1-اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور فون 042-37428307

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : انفرادی دعوت
ناشر : ضیاء الدین (مینیجنگ ڈائریکٹر)
اہتمام : ادارہ مطبوعات طلبہ لاہور
مطبع : قاسم پرنٹرز
کمپوزنگ : قاسم گرافکس لاہور
طبع اول تا سوئم : 4300
اشاعت : اپریل 2015ء
تعداد : 2100
قیمت : 20 روپے

ادارہ مطبوعات طلبہ

1-اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور 042-37428307

عرض ناشر

اخوان المسلمون کے مجلّہ ''الدعوۃ'' سے ماخوذ یہ کتابچہ انفرادی اور شخصی دعوت سے متعلّق ہے۔ اس میں اس بات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ ایک داعی دین کو دعوت پیش کرتے وقت کن امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور ساتھ ہی اس بات کی طرف بھی اشارات کر دیے گئے ہیں کہ ایک فرد کی اصلاح کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔

ایک سچّے داعی کو ہر مرحلے پر پوری حکمت سے کام لینا ہوتا ہے، کیونکہ ایک فرد کی اصلاح بھی اس کے لیے توشۂ آخرت بن سکتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''اللہ نے تمہاری دعوت کے ذریعے اگر ایک انسان کو بھی ہدایت دے دی تو یہ سرمایہ تمہارے لیے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔''

ضیاءالدین
مہتمم ادارہ مطبوعات طلبہ

دعوت کا انداز اور اس کے مراحل

داعی کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ ان مسلمانوں کے ماحول ان کے حالات اور سوچنے سمجھنے کے طریقے کو بہت قریب سے دیکھے اور سمجھے جن کو وہ اپنی دعوت کا مخاطب بنا رہا ہے ان کے ذہنی رجحانات اور فکری رویوں کا بغور جائزہ لے اس لیے انہیں اس ماحول سے نکالنا ہی داعی کا مقصد ہوتا ہے جس میں اسلام کے بارے میں کوتاہ فہمی، دین کا محدود تصور اور اپنی غلط فکر کے بارے میں انتہا پسندی اور کم عملی پائی جاتی ہے اور انہیں دین کا جامع ہمہ گیر اور وسیع مفہوم بتانا اور اسلام کے بارے میں صحیح فہم وادراک دینا ہی داعی کا اصل نصب العین ہے اسے اسلام کا وہ کامل تصور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے دینا ہے اور دین کے پورے تقاضوں کو اور مطالبات کی مکمل آگاہی دینی ہے اور یہ کام اس وقت تک اپنی مکمل شکل میں نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان لوگوں کے بارے میں صحیح اور مکمل واقفیت نہ ہو جن پر کام کیا جا رہا ہے اور اس ماحول کا پوری طرح اندازہ نہ ہو جس میں کام ہونا ہے۔

اگر ہم آج اپنے معاشرے اور سماج پر سرسری نظر ڈالیں تو یہ بات بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر ایمان کی کمزوری یا دوسرے لفظوں میں دین کی صحیح معرفت اور جامع تصور کے بغیر پیغمبرؐ اسلام پر ایمان لانا بہت زیادہ سنگین ہے۔ اور یہ صورت حال فکری یلغار سے بھی زیادہ خطرناک مضمرات کی حامل ہے اس کا آج مسلمانوں کی اکثریت کو سامنا ہے اس صورت حال سے اسلام مخالف طاقتیں پورا پورا فائدہ اٹھاتی ہیں اور اس صورت حال نے دشمنوں کے لیے بعض مسلمانوں کو شعوری یا غیر شعوری طور پر اسلام کے خلاف استعمال کرنے کے عمل کو آسان بنا دیا ہے اور جب تک ایسے لوگوں کے اندر ایمان بیدار نہ کیا جائے اور انہیں دین کا صحیح تصور نہ دیا جائے اور پھر ان کی صحیح رہنمائی اور...... بامقصد تربیت کا انتظام مکمل نہ کر لیا جائے اس وقت تک ان کے اندر دین کے لیے کام کرنے کا جذبہ اور اسلام کی سربلندی اور دین کی اقامت کے لیے ان کے اندر کوئی

تحریک نہیں پیدا کی جاسکتی اور نہ ہی عمل اور اسلام کے حق میں مثبت نتیجہ خیزی کی توقع کی جاسکتی ہے اور جب تک ان کے اندر صالحین امت کے درجہ تک پہنچنے کی تڑپ پیدا نہیں ہوگی۔ اس وقت تک ان سے کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔

دعوت کے کام میں تربیت اور نظام کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے اس لیے کہ بے ترتیبی اور کام میں بے ربطی سستی اور تساہلی کا سبب بن سکتی ہے اور ترتیب سے بے توجہی کام کے تسلسل میں بڑی رکاوٹ پیدا کرسکتی ہے ہم اپنے دعوتی کام کو کسی غافل لاپرواہ اور سست آدمی سے شروع کر سکتے ہیں اور اسے تدریجی طور پر مرحلہ وار آگے بڑھ سکتے ہیں لیکن بہت سارے افراد ہمیں ایسے مل سکتے ہیں جن کے اندر صحیح بات کو قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ ہو اور بات کو وہ اچھی طرح سے سمجھنے اور سوچنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم اپنا دعوتی کام ان میں باصلاحیت افراد سے شروع کریں اس طرح ہماری محنت بھی بچے گی اور وقت بھی جسے ہم دوسرے میدانوں میں صرف کرسکیں گے۔ بہت سے ہمارے مسلمان بھائی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت عبادت سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہیں اور دنیاوی مشاغل ومصروفیات نے انہیں اپنے خالق و مالک حقیقی سے غافل کر رکھا ہے ان کی مثال ان سوئے ہوئے لوگوں کی سی ہے آگ جن سے قریب ہوتی جا رہی ہے اور اگر وہ بروقت بیدار نہ ہوئے تو اس کی زد میں آجائیں گے اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو جاگ رہے ہیں اور یہ خطرناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنا فرض پورا نہ کیا اور سوتے بھائیوں کو بیدار کر کے اس خطرے کی آگاہی نہیں دی تو وہ سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے تو ان کا فرض ہے کہ اگر وہ آگ نہیں روک سکتے تو کم از کم سوتوں کو تو جگا دیں تاکہ وہ اس مصیبت سے بچ سکیں لیکن اگر جگانے سے پہلے وہ خطرے کی آگاہی دینا شروع کر دیں تو یہ قطعی بے مقصد اور بے سود عمل ہوگا جو عقل تسلیم نہیں کرسکتی اس لیے پہلا فرض جگانا ہے اور پھر خطرے کی آگاہی دینا۔

جگانے والے بھائیوں کو بسا اوقات یہ مرحلہ بھی پیش آسکتا ہے کہ سونے والا یہ کہے کہ اسے سونے دیا جائے ’’مجھے اپنی نیند میں خلل اندازی گوارا نہیں ہے‘‘ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا

ایک انسان اب اس وقت کہے گا جب کہ وہ مکمل طور سے نیند سے بیدار نہ ہوا ہوا گر وہ بیدار ہو جاتا اور یہ منظر دیکھ لیتا تو فوراً خطرے سے بچنے کی تدبیر کرتا اس لیے اس کی اس بات پر اطمینان نہیں کیا جا سکتا اور یہ سمجھ کر کہ ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا سوتا ہوا نہیں چھوڑا جا سکتا بعینہ یہی معاملہ داعی اور مدعو کا ہے۔

دعوت کے سلسلے میں داعی کو ہر طرح کی تکلیف پر صبر و ثبات سے کام لینا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور راستے پر عمل کرتے ہوئے اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے جو دعوت کے کام میں ہر طرح کے مصائب کا سامنا کرتے رہے اور لب پر یہی دعا رہی۔

رب اھدقومی فانھم لا یعلمون

''اے رب میری قوم کو ہدایت دے یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

امام حسن البنا شہید اخوان المسلمون کو اس مفہم کی تلقین کیا کرتے تھے وہ کہتے تھے

کونوا مع الناس کالشجر یرمونہ بالھجر ویرمیھم بالثمر

''لوگوں کے ساتھ تمہارا معاملہ درخت کا سا ہونا چاہیے کہ لوگ اس پر پتھر پھینکتے ہیں وہ ان پر پھل گراتا ہے۔''

پہلا مرحلہ:

دعوت کے سلسلے میں سب سے پہلا مرحلہ تعارف کا ہے۔

جن لوگوں کو دعوت دی جائے ان سے داعی کا تعارف اور ایک دوسرے سے رسم و راہ بڑھانا اور ایک دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بہت ضروری ہے تا کہ اس کے ذہنی رجحانات اور اس کے طبعی میلانات کو سامنے رکھ کر اس پر کام کیا جا سکے کیوں کہ دعوت کو اس طرح پیش کرنا چاہیے کہ وہ مخاطب کے ذہن فکر اور عقل و شعور کو اپیل کرے اور وہ ہمدردانہ غور و فکر پر آمادہ ہو جائے

تعارف حاصل کرنے کے لیے مخاطب کی موجودگی میں اس پر پوری توجہ دینی چاہیے اور اس کی عدم موجودگی کی صورت میں اس کی خبر گیری کرتے رہنا چاہیے۔

دعوت کے کام کا مخاطب کو عملی طور پر احساس دلایا جائے اور اس سلسلے میں کوئی گفتگو کرنے

سے پہلے اپنے طرز عمل سے اسے یہ اندازہ کرایا جائے کہ داعی کے پاس اس کے لیے کوئی پیغام ہے تا کہ اس کا دل اس سے کھل سکے اور جو کچھ اس سے کہا جائے اس پر سنجیدہ غور وفکر کے لیے تیار ہو جائے اور ان باتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔

دعوت کے اس ابتدائی مرحلہ پر جتنی توجہ دی جائے گی اور اس کو جتنی اہمیت اور حیثیت کے ساتھ برتا جائے گا اسی تناسب سے مدعو دعوت قبول کرے گا اور مثبت انداز میں سوچنے کے امکانات ابھریں گے اس مرحلے کی تکمیل سے پہلے دعوت کے اگلے مرحلے کے بارے میں کوئی گفتگو کرنا بسا اوقات اعراض اور گریز کا سبب بن سکتا ہے اس مرحلے میں چند ہفتے بھی لگ سکتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ:

یہ ہے کہ مدعو کے دل میں سوئے ہوئے ایمان کو بیدار کیا جائے ایمان فطری طور پر ہر انسان کے دل میں رہتا ہے مختلف طریقوں سے اسے بیدار کرنے اور جگانے کی ضرورت ہوتی ہے ایمان کے سلسلے میں مخاطب سے کوئی گفتگو براہ راست نہ چھیڑنا چاہیے بلکہ فطرت سے قریب تر راستہ اپنانا چاہیے اور یہ گفتگو اس انداز سے شروع کی جائے کہ یہ احساس نہ ہو کہ بالارادہ اس موضوع کو اٹھایا گیا اور ایک بالکل نئی انجانی چیز ذہن میں اتارنے کی کوشش کی جا رہی ہے مثلاً آپ نے کوئی پرندہ اڑتے دیکھا یا زمین پر پڑے ہوئے کسی دانے پر اس کی نظر پڑی یا اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق آپ کے سامنے موجود ہے تو اس موقعہ سے فائدے اٹھاتے ہوئے مخاطب اور مدعو کے ساتھ گفتگو شروع کریں اور انہیں اتفاقی واقعات کو بات چیت کی تقریب بنا لیں پھر خدائے برتر کی صفت خلق اور اس کی عظمت و کبریائی پر گفتگو کی طرف لے جائیں اسے اس طرح سمجھائیں کہ دیکھو یہ سبزہ پانی اور مٹی سے کس طرح اگتا ہے اور پھر ایک ہی پانی سے سیراب ہونے اور ایک ہی مٹی میں پروان چڑھنے کے باوجود اپنی ظاہری ساخت پتیوں پھولوں پھلوں رنگ و بو اور مزے میں ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہوتا ہے۔

صُنۡعَ اللّٰهِ الَّذِیۡۤ اَتۡقَنَ کُلَّ شَیۡءٍ (نمل:88)

”یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو عمدہ طریقے سے پیدا کیا۔“

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (لقمان: 11)

''یہ تو اللہ کی بنائی چیزیں ہیں ذرا مجھے وہ چیزیں بھی تو دکھاؤ جو خدا کے ماسوا معبودوں نے بنائی ہیں۔''

مخاطب کے سامنے یہ سوال رکھا جائے کہ سائنس دان اپنی تمام تر علمی و صنعتی ترقیوں کے باوجود اور ترقی اور ایجاد و اختراع کی اس منزل تک پہنچنے کے بعد بھی کیا وہ آج گیہوں کا کوئی ایک دانہ بھی اپنے کارخانوں میں بنا سکتے ہیں جس کے اندر نمودگی کی صلاحیت ہو اور پانی سے سیراب کرنے اور مٹی میں ڈالے جانے کے بعد وہ اگے اور گیہوں کی ڈنٹھل بن جائے لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکتا وہ اس پر قادر نہیں ہیں کیونکہ نمو کی صلاحیت بخشنا اور اسے مٹی سے اگانا یہ محض اللہ کے ساتھ خاص اور اس عمل میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے یہ صلاحیت انسان کسی مصنوعی دانے میں کیسے پیدا کر سکتا ہے؟ اگر روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان مل کر بھی ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں جو خدا کی مخلوقات میں حقیر تر ہے تو نہیں کر سکتے یہ سب خدا کا اختصاص ہے۔

اس طرح کی گفتگو اور اس کے اعادہ تکرار سے مخاطب کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر اور تدبر کرنے اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور اس کی بڑائی کا تصور پیدا ہوگا اور اسی تصور کا دل میں پوری طرح راسخ ہو جانا اور اتر جانا ایمان کا دوسرا نام ہے۔

وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران: 191)

''وہ آسمان و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں اور پھر وہ یہ پکار اٹھتے ہیں کہ اے رب تو بزرگ و برتر ہے تیری یہ تخلیق بے مقصد نہیں ہے ہمیں جہنّم کے عذاب سے بچا۔

اسی آیت میں متعدد مضامین آگئے ہیں اور ان میں باہم ایک خاص ترتیب اور ربط ہے۔

۱۔ مخلوق میں غور و تدبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی پاکی و کبریائی کا تصور پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور اس کی ذات پر ایمان لانے اور آخرت پر ایمان لانے پر آمادہ کرتا ہے۔

۳۔ آخرت میں اپنے اعمال کی باز پرس اور احتساب کا خوف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور اپنی کوتاہیوں اور بداعمالیوں سے توبہ کرنے اور جہنم کے عذاب سے نجات مانگنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اور اس طرح جب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی وحدانیت پر ایمان مکمل ہو جائے گا اور اس کی قدرت کا علم اور صفات پر یقین ہو جائے گا تو دل خدا کی صحیح معرفت سے زندہ ہو اٹھے گا اور اپنی غفلت اور کوتاہی پر شرمندگی ہوگی اور ذہن بیدار متنبہ ہوگا تو اسلام کے دوسرے تکمیلی عناصر اور ان چیزوں پر ایمان لانے کے لیے بھی تیار ہو جائے گا جن پر ایمان لانا ضروری ہے جیسے زندگی بعد موت حساب و کتاب سزا و جزا اور گناہ ثواب نیز وہ اپنی تخلیق کے مقصد پر بھی غور کرے گا اور اپنا مشن اور اپنی ذمہ داریوں سے آگاہی حاصل کرنے کا خواہش مند ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت ہے اس لیے کہ وہ جس خدا کی ذات کا ادراک کر چکا ہے اس کے بارے میں یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے ہمیں بے مقصد و بے فائدہ پیدا کیا ہوگا۔

اس موقع پر انسان کی افضلیت کے مسئلہ کی وضاحت بھی مفید ہوگی فضیلت محض اس لیے حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے وجود میں اپنی روح پھونکی ہے اس پہلو کو عام طور سے لوگوں نے نظر انداز کیا ہے اور انسان کے خاکی وجود اور اس کے جسمانی تقاضوں کو ہی زیادہ اہمیت دی ہے حالانکہ صحیح عقیدہ اسی روح کو قرار دیتا ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی بھی ہے۔

ایمان کے مسائل سے متعلق اسی انداز میں گفتگو ہونی چاہیے جب یہ مسائل مخاطب کے ذہن میں پوری طرح تازہ ہو جائیں گے تو وہ اپنے اوپر نظر ثانی کرے گا اور اس کے اندر یہ احساس پیدا ہوگا کہ اسے لاپرواہی اور غفلت کی روش ترک کرنی چاہیے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اسی طرح قائم رہا تو قیامت کے دن اسے اس انجام کا سامنا کرنا پڑے گا جس سے نجات اور فرار کی ہر راہ مسدود ہو چکی ہوگی اور جو کوتاہیاں ہو چکی ہیں ان کی تلافی کی کوئی صورت نہ رہے گی اور پھر اس احساس کے بعد اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر اس کی آمادگی آسان ہو جائے گی۔

تیسرا مرحلہ:

یہ مرحلہ مدعو کو اپنی حالت کی درستگی میں مکمل تعاون بہم پہنچانے کا ہے۔ مدعو اپنی حالت اس

طرح درست کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرض عبادات کا علم حاصل کرے اور اس پر عمل کرے اور اس کام میں نظم اور ترتیب کا پوری طرح لحاظ رکھے، معاصی و منکرات سے اقرار و اجتناب اور اسلامی اخلاق و عادات سے وابستگی پیدا کرے۔

اس مرحلے میں:

۱۔ اس کی معلومات میں اضافہ کرنے کی غرض سے اسے عقائد و عبادات اور اخلاقیات کے موضوع پر کتابیں فراہم کی جائیں۔

۲۔ وعظ اور درس کی مجالس میں شرکت کی دعوت دی جائے۔

۳۔ دیندار اور اچھے اخلاق کے لوگوں سے اسے قریب رکھا جائے اور بروں کی صحبت سے حتی الامکان بچایا جائے۔

۴۔ اسے ایک ایسا صحت مند اور صاف ستھرا ماحول فراہم کیا جائے جو اس کی اسلامی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں مدد دے۔

اس راہ میں صبر و ثبات اور جد و جہد کی ضرورت ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی کوششوں میں تسلسل برقرار رکھا جائے تا کہ نوارد مدعو کے قدم اچھی طرح جم جائیں اور اس کے اندر جماؤ اور مضبوطی پیدا ہو جائے۔ داعی کو چاہیے کہ زیادہ دنوں تک ایسے شخص کو نگرانی کے بغیر نہ چھوڑے تا کہ وہ اپنی صحیح سمت میں اپنا سفر جاری رکھ سکے اور سستی و کوتاہی کے اسباب سے محفوظ رہے۔

اس کی اسلامی شخصیت میں ٹھہراؤ اور استقرار پیدا ہونے میں کئی ہفتے لگ سکتے ہیں۔ یہاں یہ ذکر مناسب ہوگا کہ اس مرحلے پر کام کرنے کی اور بھی بہت سی نوعیتیں ہیں۔ لیکن پہلے مرحلے کی تکمیل کے بعد ان پر توجہ دینا چاہیے۔

چوتھا مرحلہ:

یہ مرحلہ عبادت کے کلی ہمہ گیر اور جامع مفہوم کی وضاحت کا ہے عبادت کا مفہوم محض نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور چند عبادتوں تک محدود نہیں ہے بلکہ عبادت کا مفہوم زندگی کے تمام پہلوؤں پر چھایا ہوا ہے۔ اسی مفہوم کے ضمن میں زندگی کے تمام لوازمات اور معمولات داخل ہیں۔ پیاس، کھانا، پینا،

شادی بیاہ، کھیل کود بچوں کی دیکھ بھال، تعلیم، عام تعلقات وغیرہ سب کچھ عبادت کے حصے ہیں۔

ہاں زندگی کے تمام امور عبادت اسی وقت بن سکیں گے جب کہ دو شرطیں ان میں پائی جائیں۔

۱۔ اخلاص نیت

۲۔ ہر عمل کی شریعت سے مطابقت

جو کام بھی کیا جائے جو معمول برتا جائے اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ارادہ رکھا جائے اور یہ نیت کی جائے کہ ہماری تمام سرگرمیوں اور ہمارے تمام اقدامات اور ہر عمل کا مقصد یہ کہ ان مقاصد کی تکمیل میں تعاون اور مدد حاصل کی جائے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں زمین پر اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کیا ہے۔

چنانچہ اگر کھانے پینے کا مقصد یہ قرار دیا جائے کہ اس کے ذریعہ حاصل ہونے والی قوت اور جسمانی صلاحیت اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری پر صرف کریں گے تو یہ عمل عبادت بن جائے گا۔ ہماری تعلیم کا مقصد مسلمانوں اور اسلام کو فائدہ پہنچانا ہے تو اس سلسلے میں محنت، وقت پیسہ جو کچھ ہم خرچ کریں گے سب عبادت ہی میں شمار ہوگا اور اس کا پورا اجر ملے گا۔ کسی فن میں مہارت حاصل کرنے کا مقصد بھی عبادت ہے رزق حلال حاصل کرنے کی غرض سے جدوجہد اور محنت بھی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ شادی بیاہ کا مقصد یہ ہو کہ ہم اپنے کو پاک دامن اور پاک نظر رکھیں گے اور اسلامی بنیادوں پر عائلی نظام قائم کریں گے۔ ایک ایسا خانگی ماحول بنائیں گے جو اسلامی تعلیمات کی ایک درسگاہ اور بچوں کی تربیت گاہ ہوتی ہے اور اس مسلم گھرانے کو اسلامی حکومت کے قیام میں ایک مضبوط ستون اور اس کی بنیاد کے بطور استعمال کریں گے تو یہ شادی بھی ایک عبادت کی شکل بن جائے گی۔ اس رشتہ کا مقصد یہ ہو کہ بچوں کی تربیت اور اسلامی تعلیم کی روشنی میں ان کی داشت و پرداخت کریں گے اور اولاد کو اللہ کے راستہ پر جہاد کرنے کے قابل بنائیں گے جو باطل کے خلاف لڑیں گے اور حق کے لیے مریں گے تو اس کا اجر وہی ہے جو عبادت کا ہے۔ جسمانی صحت کا لحاظ اس غرض سے کیا جائے کہ دین کا دفاع اور اپنے دین کی ساری ذمہ داریاں پوری کریں گے تو پرورش بھی عبادت ہوگی اور اسی طرح یہ وسیع و عریض دنیا ایک ایسی محراب مسجد میں تبدیل ہو جائے گی۔ جس میں ہم اپنے ہر عمل کو عبادت بنالیں گے۔

یہ تو نیت کی بات رہی ایسے ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارا ہر عمل شریعت کے عین مطابق ہو اور شرع قوانین سے کوئی اختلاف ہمارے عمل میں نہ ہو ورنہ وہ عمل عبادت نہیں بن سکتا۔ چنانچہ ہمارا کھانا، پینا، سونا اوڑھنا، پہننا اسی وقت عبادت بننے کا مستحق ہوگا جبکہ ہمارا مال حلال ہو وہ کپڑا جائز طریقوں سے حاصل کیا ہوا ہو جسے ہم پہنیں گے، وہ جسمانی صحت و طاقت جسے ہم اللہ کے راستے میں صرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ حرام مال کھا کر آسودہ نہ ہو، کیونکہ......؟ حرام کھا کر ہم اللہ کی عبادت واطاعت کے لیے قوت حاصل کرنے کا تصور کر ہی نہیں سکتے۔

اس طرح ایک مسلمان فرد اپنے عمل اور اپنی زندگی کے جملہ حرکات وسکنات میں اسلامی شریعت کے ساتھ گھل مل جائے گا اور عبادت کا مفہوم ارکان اربعہ اور چند مخصوص عادتوں تک محدودیت سے نکل کر وسیع ہو جائے اور پوری زندگی پر پھیل جائے گا۔

پانچواں مرحلہ:

اس مرحلے میں مدعو پر واضح کیا جائے کہ اس کی ذمہ داریوں کا دائرہ بہت وسیع ہے اور وہ اسلام کا صحیح اور سچا پیرو اسی وقت ہو سکے گا جب وہ ان تمام ذمہ داریوں سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہو جائے چند عبادتوں کو برت لینے یا اسلام کی محض اخلاقی تعلیم پر عمل کرنے سے اس کی ذمہ داریاں مکمل نہیں ہو جاتیں بلکہ اس کو اپنی زندگی کے ہر ہر پہلو اور ہر ہر مرحلہ پر اسلامی تعلیمات نافذ کرنی ہوں گی اور ہر محاذ پر اپنی ذمہ داریوں اپنے فرائض کی مکمل ادائیگی کرنی ہوگی۔

واضح رہے کہ انفرادی طور پر عمل کرنے سے فرد کی ڈیوٹی مکمل نہیں ہوتی۔ اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام حکومت کے قیام اور ایک امت کے تصور کے فروغ پر بھی حاوی اور محیط ہے۔

اسلام کا یہ صحیح فہم وتصور ہمارے اوپر کئی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے اور ان تمام ذمہ داریوں کی ادائیگی ضروری ہے تاکہ سماج اور سوسائٹی اسلامی اصول وعقائد کی بنیاد پر قائم ہو سکے اور اس سوسائٹی کو سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی میدانوں میں اسلامی ڈھانچے میں ڈھالا جا سکے۔

منجملہ ذمہ داریوں میں ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ دین کے غلبہ اور اس کی اقامت کے لیے اس وقت تک کوشش کرتے رہیں جب تک وہ آخری منزل اور وہ آخری مقصد حاصل نہ ہو

جائے جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّ یَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ (انفال:39)

''اس وقت تک جنگ کرتے رہو جب تک زمین سے فتنہ مٹ نہیں جاتا اور دین سارا خدا کے لیے رہ جائے۔''

کوئی بھی مسلمان فرد اپنی ملت کے دوسرے افراد سے علیحدہ رہ کر صحیح اسلامی زندگی نہیں بسر کرسکتا۔ وہ دنیا کے مختلف گوشوں میں اپنی ملت کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں، آزمائشوں اور اس کو پیش آنے والے واقعات سے بے تعلّق نہیں رہ سکتا، ایک سچّے اور کامل مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی شخصیت اور انفرادی حیثیت کے ساتھ ملی وقومی اجتماعیت اور اس کے مصالح اور مفاد کا خیال رکھے اگر ایسا نہیں ہوگا تو نتیجہ میں اسلام کا اجتماعی تصور معدوم ہو جائے گا اور دین کی تکمیل نہیں ہوسکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو مسلمانوں کے مسائل وحالات سے تعلّق نہ رکھے اور اس طرف سے بے پرواہو، اس کا شمار مسلمانوں میں نہیں ہوگا۔''

دین میں اجتماعیت کے تصور اور مفہوم اور موضوع پر مدعو سے گفتگو ہوتی رہنی چاہیے۔ تا کہ اسلام اور مسلمانوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے اور ان کی دائیگی کی فکر اس کے اندر پیدا ہو اور پھر وہ اپنی انفرادیت اور عزلت سے نکل کر اجتماعی کام کے میدان میں آئے ایسے ہی اس بات کی وضاحت کی جانی چاہیے کہ اسلامی حکومت کے قیام اور دشمنوں کے ہاتھوں پامال کی جانے والی اسلامی خلافت کے اعادہ و بازآوری کے سلسلے میں ہمارے اوپر کون سی ذمہ داریاں ہیں؟ اور موجودہ حالات میں اس عظیم ذمہ داری کی اہمیّت میں مزید کیا اضافہ ہوا ہے؟

یہ یاد کرانا بھی ضروری ہے کہ عالم اسلام آج جس سیاسی انتشار و عدم استحکام، فکری اضطراب و بے چینی کا شکار ہے اور آج وہ جس طرح دشمنوں کے حملوں کی زد میں ہے، دنیا میں مسلمانوں کو محض ان کے عقیدے اور ایمان کی وجہ سے جن مصائب وآلام کا سامنا ہے وہ سب کچھ اسلامی حکومت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے، مساجد کی تخریب کاری اور مسلمانوں کے جان ومال

اور ناموس کو لاحق خطرہ اپنے وطن کی زمینوں سے ان کی جبری بے دخلی اور زمینوں پر غاصبانہ قبضے کی ظالمانہ کاروائیاں محض اس لیے ہو رہی ہیں کہ عالم اسلام ایک ایسی سیاسی طاقت اور قیادت سے محروم ہے جو ان حالات میں ان کی مدد کرتی اور ظالم و سرکش کو اس کے تجاوز سے باز رکھتی، مسلمانوں کی نئی نسل کو غیر اسلامی تصورات پر پروان چڑھایا جا رہا ہے انہیں غلط و غیر اسلامی نظریات کا پابند بنایا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ آج عالم اسلام مضبوط مادی وسائل اور بکھری ہوئی افرادی صلاحیت و قوت کا مالک ہونے کے باوجود ایسی اسلامی حکومت سے محروم ہے جو مسلمانوں کی صف بندی کر سکے اور شریعت الٰہی کی تنفیذ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہیے کہ اسلامی حکومت کے قیام کی ذمہ داری محض حکام اور علماء پر ہے اور ملت کے عام افراد کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ دعوت کے اس موجودہ مرحلہ میں جس میں اس وقت ہم ہیں ہر مسلمان مرد و عورت پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اگر یہ فریضہ پورے اہتمام اور توجہ سے انجام نہیں دیا گیا تو سارے مسلمان گنہگار ہوں گے۔ جب حکومت کے قیام پر مسلمانوں کے تشخص کے بقاء کا انحصار ہے تو پھر ملت کا کوئی فرد اس فرض سے کس طرح الگ ہو سکتا ہے جبکہ کسی ملت کا تشخص اور وجود معنوی اعتبار سے دونوں ایک چیز ہیں کوئی قوم اپنے تشخص اور امتیازات کے بغیر زندہ کب تک رہ سکتی ہے؟

اس ذمہ داری کا شعور و احساس پیدا کرنے کے سلسلے میں مدعو سے گفتگو جاری رہنی چاہیے۔

چھٹا مرحلہ:

اس مرحلے میں مدعو کو یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ حکومت اسلامی کے قیام کا فریضہ انفرادی طور پر کام کر کے انجام نہیں دیا جا سکتا ہر فرد تنہا کام کر کے قیام حکومت اور خلافت اسلامی کی بازیابی میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ قطعی ناممکن اور نامعقول تصور ہو گا۔ اس کام میں اجتماعیت کی ضرورت ہے اور رہے گی۔ ایک ایسی منظم اجتماعیت کی ضرورت ہے۔ جو تمام انفرادی صلاحیتوں اور کوششوں کو متحد اور مجتمع کرے اور اس مقصد میں ان کوششوں سے بھرپور تعاون اور مدد حاصل کرے۔

شریعت کا ایک معروف اصول ہے جو چیز کسی واجب کی ادائیگی کے لیے ضروری ہو وہ خود

بھی وجوب کا درجہ رکھتی ہے۔ اس اصول کی بنا پر جماعت کی تشکیل واجب اور ضروری ہوگی کیونکہ اس کی تشکیل اور تنظیم کے بغیر قیام حکومت کا فریضہ ادا کیا ہی نہیں جا سکتا۔

کوئی شخص اسلام کے اصول وفرائض کی تنفیذ کے لیے (جن میں موجودہ صورت حال میں سب سے اہم اسلامی حکومت کے قیام کے لیے مسلسل کوششیں اور مشترکہ جدوجہد ہے) جماعت کے ساتھ مل کر کام کیے بغیر خود کو اسلام کا مکمل پیرو اور مطیع تصور نہیں کر سکتا۔

یہ اقدام بہت بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور کام کرنے کے سلسلے میں جماعت کی تشکیل کا تصور کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ آج اس کی اہمیّت زیادہ اس لیے ہے کہ بہت سارے مسلمان جماعت کی تشکیل یا اس میں انضمام کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ اس خیال اور طرز فکر کے کئی محرکات ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے وہ ان ذمہ داریوں سے بچنا چاہتے ہیں جو اس سلسلے میں عائد ہوتی ہیں یا ان تکلیفوں اور مصائب کا سامنا کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہوں جو کسی جماعت سے وابستگی میں عموماً پیش آتی ہیں۔ بہر حال مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کی اس غلط طرز فکر اور نامناسب رویے کی بنا پر اجتماعیت کا یہ تصور بہت اہمیّت رکھتا ہے۔

جن لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے ان کے سامنے جماعت کی ضرورت واہمیّت کی وضاحت جتنی زیادہ ہوگی وہ اس ضرورت کا احساس اتنا ہی زیادہ کریں گے اور اس کی ضرورت سے مطمئن ہوں گے خاص طور پر جماعت کی ضرورت اور اس کے اخروی اجر کی بابت معلومات حاصل کر کے انہیں مزید اطمینان حاصل ہوگا۔

ساتواں مرحلہ:

جماعت کی ضرورت واہمیّت کی وضاحت کے بعد مرحلہ آتا ہے کہ آخر فرد کس جماعت کے ساتھ کام کرے؟ کام کرنے کا میدان جو اس کے سامنے ہے اور جو مقصد اس کے پیش نظر ہے اس کی تکمیل کے لیے وہ کس جماعت میں شامل ہو؟

یہ مرحلہ بہت نازک اور اہم یہاں قوت فیصلہ کی ضرورت ہے، اور فرد کو کام کرنے کے لیے جماعت کے انتخاب میں مدد دینے کے لیے تدبیر اور قوت بیان کی ضرورت ہے اس لیے کہ اس

وقت میدان میں بہت ساری جماعتیں متحرک نظر آتی ہیں۔ اور ہر ایک جماعت نوجوانوں کو اپنی طرف بلا رہی ہے۔ سب کے پاس نوجوانوں کو کھینچنے اور ان کی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے وسائل بھی ہیں اور انہیں مطمئن کرنے کے لیے نعرے اور منشور بھی ہیں۔

چونکہ اسلام کے کام کرنے کا مرحلہ ایک فیصلہ کن اور بنیادی مسئلہ ہے اس لیے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ کام کرنے کے لیے بہترین میدان کا انتخاب کریں اور جس راہ کو اپنائیں اس کی حقانیت اور صحت کے بارے میں مکمل اطمینان حاصل کرلیں اور اس سلسلے میں کسی قسم کی عجلت یا جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں اس لیے کہ کام کرنے کے لیے ایک ہی عمر ملتی ہے اور ایک ہی جان ہے کم از کم انہیں داؤ پر نہیں لگانا چاہیے۔ مشورہ طلبی، اور اطمینان حاصل کرنے میں محنت اور وقت صرف کرنا اس سے بہتر ہے کہ عجلت میں کوئی غلط اور نامناسب اقدام کرلیا جائے اور صحیح راستے کا انتخاب نہ کیا جائے اور دل کے اطمینان کے بغیر کوئی بے سوچی سمجھی راہ چل دیا جائے۔

یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ اسلام کے مقاصد کی تکمیل اور قیام حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہی طریقہ اپنایا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے اپنایا تھا اور اسی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں موجود تھی۔

وہ ترتیب اسی طرح ہے۔

۱۔ دلوں میں عقیدے اور ایمان کی جڑوں کو جمانا۔

۲۔ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تربیت وذہن سازی۔

۳۔ عقیدے کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کی مکمل تیاری اور عقیدے ہی کو زندگی کا نصب العین قرار دینا۔

۴۔ اس کے دفاع کے لیے تنظیم اور جماعت سازی۔

انہیں خطوط پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کیا تھا۔ سب سے پہلے آپ ؐ نے صحابہ ؓ کے دلوں میں عقیدے کی بنیاد مضبوط کی پھر دار ارقم میں قرآن کی تعلیمات اور زبانی ہدایت کے مطابق ان کی تربیت کی، چنانچہ نبوی مدرسے سے ایسے لوگ نکلے جن کے وجود پر عقیدے کی حکمرانی تھی اور

انکے عقل و وجدان سب اس عقیدے کے تابع تھے یہی ان کی زندگی کا نصب العین تھا اور اس کی ترویج و تبلیغ ان کی زندگی کا مشن بن گیا تھا۔ اپنی ساری ذہنی صلاحیتیں اور جسمانی قوتیں وہ اسی دفاع اور اسی کے فروغ میں وقف کر چکے تھے وہ سب کچھ گوارا کرتے عقیدے اور ایمان سے الگ ہونا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ پہلی اسلامی حکومت کے لیے یہی لوگ مضبوط بنیاد کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور انہیں کے ہاتھوں دین کا غلبہ اور اقتدار پہلی بار اس زمین پر قائم ہوا۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدے کی قوت و طاقت، باہمی اتحاد و یگانگت اور پھر اسلحہ اور بازو کا زور پیدا کیا تھا۔ جب ایک مضبوط ٹھوس متحد اور ایمان کی طاقت رکھنے والی جماعت پیدا ہوگئی جو اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے اور باطل کا منہ توڑ جواب دینے اور طاقت کے بل پر ان کی سرکشی روک دینے کی صلاحیت رکھتی تھی تو انہیں ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے اور باطل کو ہمیشہ کے لیے پھیر دینے کی اجازت دی گئی۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ (حج:39)

''اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔''

اس سے پہلے جب مسلمان کمزور اور کم تعداد میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تکلیفوں پر صبر کرنے اور تبلیغ و دعوت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے حق پر قائم و ثابت رہنے کی تلقین کرتے رہے اور ان سے باطل کا مقابلہ کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔

جماعت کے انتخاب میں اس بات کو اچھی طرح پیش نظر رکھنا ہوگا اور اسی جماعت میں شمولیت اختیار کی جانی چاہیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں پر چل رہی ہو اور وہی حکمت عملی اور کام کرنے کا وہی ڈھنگ اور وہی ترتیب قائم رکھتی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں تھی، ہر وہ جماعت جو طاقت کے استعمال اور اتحاد باہمی پر تربیت اور افراد سازی کو اولیت نہ دیتی ہو اور کام شروع کر دیتی ہو تو گویا وہ اپنے کام کا جوا کھیل رہی ہے اور ممکن ہے اس کی کوشش اسلام کے حق میں بارآور ہونے کے بجائے اسلامی مشن اور کاز کو نقصان پہنچا دے۔

تربیت واتحاد کے بغیر اور جماعت کی تشکیل و تنظیم سے پہلے محض سیاسی جماعتوں کے طریق کار کو اپنا کر اقتدار حاصل کرنے کی کوشش خطرہ مول لینے کے مترادف ہے بلکہ اسلامی کام کو مضبوط بنیادوں پر فطری طور سے آگے بڑھنے کا موقع فراہم کرنے سے پہلے اس کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ اس طرح کی کوششوں کو ثبات اور ٹھہراؤ اور ایسی کوشش کرنے والی جماعتوں کو بھی استحکام اور ثبات نہیں ہو سکتا۔

ایک ایسی مستحکم اور مضبوط جماعت کا رہنما ضروری ہے جو اسلامی حکومت سے ہم آہنگ ہو اور وقت پڑنے پر اس کا دفاع کر سکے، اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب و طریق کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دے۔

جس طرح عمارت ہمیشہ مضبوط بنیاد سے اٹھائی جاتی ہے چوٹی سے نہیں تعمیر کی جاتی ہے اور عمارت جتنی بلند اور بھاری بھرکم ہو اسے اتنی ہی گہری اور مضبوط بنیاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح حکومت کا قیام مضبوط جماعت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یہی حکومت کی پہلی بنیاد ہوتی ہے۔ اسلامی حکومت کے لیے جماعت کی تشکیل و ترتیب مضبوط بنیادوں پر کی جانی چاہیے کیونکہ ہمارا مقصود عمارت عالمی اسلامی حکومت ہے ہمارا پیغام آفاقی اور ہمہ گیر ہے، ہمارے دشمن بھی عالمی پیمانے کے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ واضح رہنا چاہیے کہ دعوتوں اور قوموں کی زندگی کی پیمائش اور مدت عمر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ وہ دعوت یا وہ قوم کب تک زندہ رہی، اور اس کا پیغام کب تک دنیا میں زندہ رہا، افراد و اشخاص کی عمروں سے اس کا اندازہ نہیں کیا جاتا۔ اس لیے اجتماعیت کے بغیر محض انفرادیت کے بل پر اس پیغام کو زندہ نہیں رکھا جا سکتا اور اس کے استحکام و بقاء کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ جس جماعت کا انتخاب کیا جائے اس کے بارے میں یہ اطمینان حاصل کر لیا جائے کہ وہ رسولؐ کے راستے سے کس قدر قریب تر ہے۔

حسن البناء شہید نے اپنی دعوت کا کام اور اس کے طریق کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت پاک سے اخذ کیے تھے۔ انہوں نے صاحب عقیدہ وایمان فرد، مسلم گھرانہ اور مسلم سوسائٹی کو ایک مضبوط بنیاد کے بطور تیار کرنے پر زور دیا ہے۔ جس پر اسلامی خلافت قائم ہوگی۔

یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جس جماعت کو اپنی سرگرمی اور کام کرنے کا ذریعہ بنایا جائے۔ اس کے بارے میں مندرجہ ذیل صفات کا اطمینان کرلیا جائے۔

۱۔ وہ اسلام کے سارے پہلوؤں پر عمل کر رہی ہو۔ جن میں عقیدہ وعبادت، اخلاقی اصول، قانون معاشرت، حکومت کا ادارتی نظام اور جہاد فی سبیل اللہ سب شامل ہیں وہ محض سہولت پسندی یا کسی دوسری وجہ سے اسلام کے بعض پہلوؤں کو اختیار اور دوسرے کو نظر انداز نہ کر رہی ہو۔

۲۔ یہ بھی دیکھا جائے وہ عالمی پیمانے پر وسعت اور پھیلاؤ رکھتی ہو تا کہ عالمی اسلامی حکومت کے قیام کے لیے مضبوط ومستحکم اور وسیع بنیاد فراہم کی جا سکے۔ وہ جماعت کسی خاص ملک میں محض علاقائی حکومت کے لیے کوشاں نہ ہو اور اس کا مقصد محدود نہ ہونا چاہیے۔

۳۔ مطلوبہ جماعت کے تجربہ کو بھی دیکھا جائے۔ اس کے پاس جتنا زیادہ تجربہ ہوگا وہ محنت اور وقت کے صحیح اور بہتر استعمال، رفتار، نتیجہ خیزی اور مقاصد کے حصول میں اسی قدر اطمینان واعتماد کا باعث ہوگا اور وہ جماعت اپنی فکری عملی سرگرمیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے کام کرنے کے طریقوں کے مطابق افراط وتفریط اور انحراف وبے راہ روی سے دور اور محفوظ ہو۔

۴۔ جماعت کے پاس پلاننگ اور منصوبہ بندی ہو۔ اس کے اندر اتحاد وتنظیم قائم ہو، وہ بکھراؤ اور انتشار کا شکار نہ ہو۔

اب جماعت میں شمولیت کے بعد مدعو کو اختلاف کی سنگینی کا احساس دلایا جائے کہ علیحدگی پسندی اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں کارکردگی کی صلاحیت تقسیم ہو جانے سے کیا نقصان پہنچتا ہے؟ اسے یہ باور کرایا جائے کہ اسلام کا صحیح کام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنی آواز جماعت میں شامل کر دی جائے اور اپنی صلاحیت وقوت کو جماعت میں شامل کر لیا جائے اور ایسی جماعت کو

منتخب کرلیا جائے جس میں مذکورہ صفات بیک وقت موجود ہوں۔ یہ بھی بتایا جائے کہ محض نیا جھنڈا بلند کرنے اور تجربہ کے طور پر کسی نوازئیدہ جماعت کے پیچھے چلنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ورنہ یہ اقدام بکھراؤ اور انتشار کا سبب بن جائے گا۔

کسی بڑی تجربہ کار جماعت سے علیحدگی کا جواز اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کی اکثریت دین کی صریح خلاف ورزی اور انحراف میں مبتلا ہو جائے۔

شخصی دعوت سے متعلّق چند مخصوص ہدایات

☆ دعوت کے کام میں استمرار و تسلسل اور سنجیدگی ہونی چاہیے نیز وقفہ وقفہ سے کام کی نگرانی اور جانچ ہونی چاہیے تاکہ کارکردگی میں بہتری اور کوشش کی نتیجہ خیزی اور کام کی رفتار کے متعلق اطمینان حاصل کیا جاسکے اور خامیوں کو دور کیا جاسکے۔

☆ جو حضرات انفرادی و شخصی دعوت کا کام انجام دے رہے ہیں انہیں دعوت کے اسالیب و معنی اور اس کے مفاہیم اور ان میں تسلسل و ترتیب کے بارے میں رہنمائی فراہم کی جائے۔

☆ جن لوگوں پر دعوت کا کام کیا جارہا ہے۔ ان سے ملاقات کرکے بھی رضا کاروں کو ان کے کام میں مدد دی جاسکتی ہے۔ ان ملاقاتوں میں دعوت کے معانی کی تشریح و توضیح ہونی چاہیے۔

☆ دعوت کے مذکورہ ساتوں مراحل اور ترتیب کے لحاظ سے دعوتی کام کرنے والے کے ذہن میں محفوظ ہونا چاہیے اس نظم و ترتیب کی خلاف ورزی مدعو کی طرف سے دعوت کو رد کردینے کا سبب بن سکتی ہے۔ اس ترتیب کو قائم کرنے میں اس کا بہت خیال رکھا گیا ہے کہ ہر اگلا مرحلہ اپنے سے پہلے والے مرحلہ کی اہمیّت اور اس پر مکمل اطمینان پر موقوف ہے۔ مثال کے بطور کسی فرد کو جماعت کی ضرورت کا تصور دینے والی عمومی ذمہ داریوں کے مطمئن کرنے سے پہلے اگر جماعت میں شمولیت اور انضمام کی دعوت دی جائے تو وہ اسے کبھی قبول نہیں کرے گا۔

☆ دعوت کے ہر مرحلہ میں مکمل اطمینان اور پختگی کے بغیر مدعو کو بالکل آخری مرحلہ تک پہنچانے کی خواہش کو جلد بازی اور عجلت پسندی کا سبب نہ بننا چاہیے تاکہ شکوک اور شبہات اور پس و پیش کی صورت حال کا سامنا کرتے وقت مدعو کی بے یقینی اور تذبذت کا سدباب کیا جاسکے۔

☆ مستقبل میں دعوتی کام کی ذمہ داریاں سنبھالنے والوں کی ذمہ داریوں کو آسان بنانے کی غرض سے ان کے ساتھ ان مذکورہ مراحل پر تفصیل کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا جائے اور ان اسباب و عوامل پر بھی گفتگو ہونی چاہیے جو ان مراحل کی ضرورت پر اطمینان و انشراح دلانے میں معاون ہو سکتے ہوں۔

☆ دعوت کے صحیح اور محفوظ طریقے کو اس کے جملہ تقاضوں کے ساتھ انتخاب کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی کام ارکام کے متعلق پھیلائے گئے شبہات کا ازالہ بھی ضروری ہے تاکہ ان شکوک و شبہات کے اثرات ذہن میں باقی نہ رہ سکیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی دعوت قبول کرنے والے کے لیے اس اجر و ثواب اور اخروی فلاح کا تذکرہ کیا جائے جو اسے حاصل ہوں گے اور ایسے ہی قبول نہ کرنے والوں کو آنے والے بڑے خطرہ سے آگاہ کیا جائے جو انکار کے نتیجہ میں پیش کی جانے والی دعوت کے سلسلے میں رد و قبول کا موقع اپنانے میں بہت معاون ہوتا ہے۔

☆ دعوتی کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ باہمی تعاون سے کام میں اور اس راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں کے ازالہ میں باہم مشورہ کریں اور ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں۔

☆ دعوت کے مراحل میں کتابوں، رسائل اور پرچوں سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ جو مدعوئین کو دیئے جائیں اور ان سے فرمائش کی جائے کہ جو باتیں مبہم ہوں وہ دریافت کریں تاکہ ان کی تشریح کی جائے۔

☆ مدعو حضرات میں سے جن حضرات کے اندر دوسرے بھائیوں کو دعوت دینے کی صلاحیت و اہلیت پیدا ہو جائے ان سے دعوتی کام لیا جائے اور انہیں تبلیغ کے سلسلے میں مناسب ہدایات دی جائیں۔ راستے اور طریقے بتایئے جائیں اور یہ کام مسلسل ہونا چاہیے۔

☆ کام میں اخلاص، استمرار، کشادہ دلی اور ثبات کے بقدر ہی برکت، توفیق اور نتیجہ خیزی بھی ہو گی۔ (ان شاء اللہ)

☆ شخصی دعوت ہر طرح کے حالات میں ہوسکتی ہے، برخلاف عمومی اور اجتماعی دعوت کے جس کو بسا اوقات تنگی اور ناسازگی کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

☆ شخصی دعوت اس حیثیت سے بھی ممتاز ہے کہ اس میں ان لوگوں سے جن کو دعوت دی جا رہی ہے تعلق اور رابطہ ہوتا ہے جبکہ عمومی اور اجتماعی دعوت جو محاضرات اور اسباق کی شکل میں ہوتی ہے،

براہ راست رابطہ نہیں ہوتا۔

☆ یہ دعوت داعی کو تجربات سے بھی گزارتی ہے جو بہت ضروری ہے۔

☆ یہ دعوت کام کرنے والے کو بہتر کارکردگی میں مفید و معاون چیزوں کے حصول پر آمادہ کرتی ہے۔

☆ داعی کو دوسرے کے لیے نمونہ اور مثال بننے پر ابھارتی ہے۔

☆ اس میں مدعو کو پورا پورا موقع ملتا ہے کہ جو کچھ خیال اسے آئے اس کے بارے میں استفسار کرے اور جو شبہ پیدا ہو اس کا ازالہ کرے تاکہ اس کی شخصیت کی تعمیر صاف ستھری اور بے داغ ہو

☆ معمولی عملی جائزہ ہی سے ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ شخصی دعوت کی نتیجہ خیزی تھوڑے وقت میں دو چند ہو سکتی ہے۔

داعی کی ضروری صفات:

☆ سب سے پہلی چیز اخلاص نیت ہے۔ اس لیے کہ نیت میں خلوص کے بغیر اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

☆ داعی جس عظیم کام کو انجام دے رہا ہے اس کی اہمیّت کا اندازہ کرے تاکہ اس کام کے شایان شان توجہ دی جا سکے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اجر و ثواب کا طالب ہو۔

☆ دعوت میں حکمت، اسلوب میں حسن انتخاب، اچھے اور سلجھے انداز میں بحث و مباحثہ کی خصوصیات سے متصف ہو۔

☆ نرم خو اور با اخلاق ہو، صابر اور بردبار ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مخلص متبعین کی راہ چلتے ہوئے اور ان کو اسوہ بناتے ہوئے دعوتی کام کے دوران جو تکلیفیں پہنچیں ان کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کرے۔

☆ جس سوسائٹی میں دعوت کا کام کر رہا ہے اس کے بارے میں تجربہ رکھتا ہو نیز اس سماج کے مسائل اور ان کے رجحانات کا اسے علم بھی ہو اور جن کو دعوت دے رہا ہے ان سے بڑی حد تک واقف اور متعارف بھی ہو۔

☆ علم حاصل کرنا اور تدبیر کرنا بھی ضروری ہے تاکہ زیادہ مفید اور کارآمد بن سکے۔

☆ قرآن کا جتنا حصّہ یاد کرسکتا ہو۔ یاد کرے تا کہ دعوتی کام میں آیات قرآنی سے استفادہ کرسکے اس لیے کہ قرآن کا دعوتی اسلوب انسانی دلوں کے لیے بہت موثر ہے۔

☆ اپنی گفتگو میں عقل اور وجدان دونوں کو مخاطب کرے اس لیے کہ جذبہ اور وجدان کی آمادگی انسانی ذہن کو ان باتوں کو قبول کرنے اور تاثر حاصل کرنے کے لیے تیار کرتا ہے۔ جو عقل کو متوجہ کرتا ہے۔

دیگر کتابیں

ہم اور ہمارا کام	ادارہ
خالد کے نام	ظفر جمال بلوچ
لائحہ عمل	ادارہ
بدلتے رجحانات اور ہماری ترجیحات	محمد نوید انور
دستور	ادارہ
جب وہ ناظم اعلیٰ تھے (اوّل)	تاریخ جمعیت کمیٹی
جب وہ ناظم اعلیٰ تھے (دوم)	//
جب وہ ناظم اعلیٰ تھے (سوم)	//
جب وہ ناظم اعلیٰ تھے (چہارم)	//
جب وہ ناظم اعلیٰ تھے (پنجم)	//
تزکیۂ نفس	سیّد منور حسن
میں نے جمعیت سے کیا پایا	خرم مرادؒ، پروفیسر خورشید احمد
ہم جمعیت کا کام کیسے ہیں	ادارہ
دستوری سفر	تاریخ جمعیت کمیٹی

ادارہ مطبوعات طلبہ

1۔اے زیلدار پارک، اچھرہ لاہور

0335-4014015 042-37428307